اقتباس از زیرِ تصنیف کتاب "عالمِ برزخ"

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

# میں قبرستان میں

عیدالفطر کے روز نمازِ فجر کے بعد صبح سویرے میں قبرستان کی طرف گیا - اس قبرستان میں ایک نہیں میرے کئی عزیز، کتنے احباب منوں مٹی کے نیچے محوِ خواب ہیں - میں چل رہا تھا اور میرے ہمرکاب ایک جنازہ بھی تھا - یہ فکر کا جنازہ تھا جسے فکر کاندھا دیے ہوئے تھا - یہ دل کا جنازہ تھا جو دل کے ہمراہ جا رہا تھا - یہ ایک ایسی حالت تھی جو گریہ کناں تھی اور ایک ایسی کیفیت تھی جس پر آنسو بہائے جا رہے تھے -

میرا معمول رہا ہے کہ میں جب بھی ان راہوں سے ہوتا ہوا اس جگہ آتا ہوں تو میرے ساتھ میری اشکبار آنکھیں ساون کی گھٹائیں لیے ہوئے ہوتی ہیں - اور دل ہجومِ غم و الم کے جلو میں یہاں فروکش ہوتا ہے - میں قبرستان اس لیے گیا تھا کہ اپنے عزیزوں، دوستوں سے ملاقات کروں، دنیا کے تفکرات سے الگ تھلگ، ان کی صحبت میں کچھ لمحات گزاروں، دنیا و آخرت اور حیات و ممات کے فلسفے پر کچھ ان سے تبادلۂ خیال کروں! اس شہرِ خموشاں کے باسیوں سے کچھ ان کے حالات معلوم کروں - آہ - وہاں وہ تو مجھے وہاں نہ ملے مگر ان کی لاشوں پر مٹی کے ڈھیر نظر آئے ؎

یہ ڈھیر خاک کا اور اس میں لاشِ انساں کی
مقامِ فکر ہے کتنا مہیب منظر ہے (عاجزؔ)

اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ قبرستان کے ان گڑھوں میں پڑے ہوئے یہاں آنے والوں سے اس طرح ہم کلام ہیں کہ ہم نے دنیائے دوں کی جس چیز سے پیار کیا بوقتِ مرگ اسی نے ہم سے راہِ فرار اختیار کی - اور اس موقع پر کسی نے بھی ہم سے کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا - ہمارے سینکڑوں وفادار، ہزاروں جاں نثار فرشتۂ اجل کے روبرو بے بس و لاچار تھے اور ہمارا کوئی بھی پیارا ہماری قبر میں ہمارے ساتھ داخل ہو کر ہمارا مونس و غمخوار نہ ہوا ؎

ہم کو احباب وہاں چھوڑ گئے ہیں کہ جہاں
اپنے سائے پہ بھی دشمن کا گماں ہوتا ہے (عاجز)

محبت کے بڑے بڑے دعویدار ہمیں لحد میں رکھ کر اس طرح ہم سے جدا ہوئے کہ آج تک ان کی شکل نہیں دیکھی ؎

موت تک ساتھ نہیں دیتے ہیں ان کا عاجز — زندگی میں جو ترے یار چلے آتے ہیں

کسی نے ہم سے پھر نہیں پوچھا کہ ہم کس حال میں ہیں۔ ہمارے پسماندگان میں سے ہمارے عزیز ہماری کمائی ہوئی دولت سے خود مزے اڑا رہے ہیں اور ہم سے یہ سلوک کہ ہمارے ہی ترکہ سے ہمارے لیے کوئی صدقہ جاریہ بھی نہیں کیا اور ہمیں یہاں تک بھلا دیا گیا کہ اب ہماری قبر پر آکر کوئی سلام و دعا کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا ؎

فقط تیرا لحد تک ساتھ دیں گے — یہ دشمن دوست اپنے اور پرائے (عاجز)

خاک کے ان ڈھیروں پر میری نظر جمی ہوئی تھی۔ دل دھڑک رہا تھا۔ آنکھیں اشکبار۔ ہاتھ کانپ رہے تھے اور پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ میں اسی حالت میں افتاں و خیزاں ایک شکستہ قبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس پر ایک لوح کندہ تھی جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

میں یہ شعر پڑھ کر چونک گیا اور شاعر نے جس حقیقت کا جس انداز سے اظہار کیا ہے۔ کچھ دیر کے لیے اسی میں ڈوب گیا۔ اس موقع پر مجھے اپنے چند شعر یاد آئے جن میں سے تین شعر درج ذیل ہیں ؎

کمالِ فکر و دانش ہے زوالِ رغبتِ دنیا — زوالِ فکر و دانش ہے کمالِ قربتِ دنیا
محبت کر نہ دنیا سے کہ اس کو چھوڑ جانا ہے — رُلائے گا دمِ رحلت مآلِ الفتِ دنیا
پہنچنا ہے تجھے منزل پہ منزل دور ہے عاجز — سنبھل، اٹھ، جاگ اے محوِ جمالِ جنتِ دنیا

میری آنکھوں نے بارہا یہ دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے اقارب و احباب کی قبور کی الواح پر اس قسم کے نصیحت آمیز اشعار کندہ کرائے۔ ان کی اپنی دینی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی۔ باپ دادا کی چھوڑی ہوئی بلا محنت ہاتھ آئی ہوئی دولت بے دریغ راہِ عیش و عشرت میں صرف ہو رہی ہے اور قبر و قیامت میں حساب و کتاب اور وہاں کے سوال و جواب سے یکسر

بے نیازانہ زندگی گزر رہی ہے۔ اور رقص و سرود اور جامِ مئے گلفام غذائے روح بنی ہوئی ہے ؎

ہاتھ کچھ آیا نہ ان کو روسیاہی کے سوا

جن کا محور رقص و موسیقی و مے خانہ رہا (عاجز)

قبروں پر اس قسم کے اشعار تحریر کرانا بھی ایک فیشن، ایک رسم اور کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ جس طرح اہل خانہ سے میت کی تعزیت بھی ایک رواج کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ تعزیت کا اصل مقصد میت کے لواحقین کو صبر کی تلقین کرنا اور میت کی مغفرت کے لیے دعائیہ کلمات ادا کرنا اور اپنی موت یاد کرنا ہے لیکن یہ چیز مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے خلاف وہاں تین روز تمام دن اخبار بینی، حقہ کشی۔ اور ادھر ادھر کی کاروباری فضول باتیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں ہوتی ہیں۔ یہ میت کی تعزیت ہے؟

إنا للہ۔ ایسے عبرتناک موقعہ اور مقام پر بھی موت، قبر، قیامت کا نہ ذکر اور نہ فکر؟ فانی مال و منال کی حرص اور دنیا پرستی کسی وقت بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کیا مقصدِ زندگی یہی ہے؟ اسی لیے ہر موقع پر اس کا اہتمام ضروری ہے؟ —— یاد رہے حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کامل للمبرد میں عجیب فقرہ درج ہے۔

اَلْعَجَبُ تُعَزِّی الْاَمْوَاتُ الْاَمْوَاتَ اِلَی الْاَمْوَاتِ۔ "تعجب ہے مردے مردوں کی تعزیت مردوں سے کر رہے ہیں۔" یعنی مردے کی تعزیت کرنے والے بھی مردے ہیں اس لیے کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آنے والا ہے اور میت کے جو رشتہ دار ہیں وہ بھی عنقریب مرنے والے ہیں لہٰذا وہ بھی مردے ہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کوئی پہلے کوئی پیچھے۔ کچھ مردے قبروں کے اندر ہیں اور کچھ باہر۔ انجام سب کا باری باری یہی ہے۔

پھر میں ایک خوبصورت پختہ مگر زمین میں دھنسی ہوئی قبر کے پاس جا کھڑا ہوا اور سوچنے لگا کہ مرنے والے کے لواحقین نے کتنا روپیہ صرف کر کے کس ذوق و شوق اور محبت سے یہ قبر تعمیر کرائی۔ مگر آج یہ ٹوٹ پھوٹ کر زمین میں دھنسی پڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پرسانِ حال بھی کوئی زندہ نہیں رہا۔ یا پھر جو لوگ زندہ ہیں اب انھیں اس کا احساس بھی نہیں رہا۔ میت کے لیے صدقہ و خیرات اور دعا وغیرہ کا اہتمام چند روز تک رہتا ہے۔ جب تک زخم تازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد پسماندگان اہل دنیا کے دستور کے مطابق اپنے اپنے دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اور آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب ان کی اپنی باری آتی ہے ؎

بتاؤں کس طرح لُٹ گیا کیں مری ذرا آنکھ لگ گئی تھی
ہوا جو بیدار خواب سے میں اجل مرے سامنے کھڑی تھی (عاجز)

اور ملک الموت (فرشتۂ اجل) اچانک سامنے آتا ہے اور اسے خدا کا پیغام دیتا ہے کہ دنیا سے تیرا آب و دانہ ختم ہو چکا ہے۔ اب عالم آخرت کے سفر اور میدان قیامت میں اس دنیا سے کیے ہوئے جملہ اعمال و افعال کی جواب دہی کے لیے تیار ہو جا ——— میں اس قبر کے پاس کھڑا ہوا ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف نگاہیں تھیں۔ یادِ ماضی نے قدیم خوشیوں کے انبار لگا دیے۔ تاکہ انھیں غموں کا سامان بنایا جا سکے۔ میں اس قبر کے قریب کھڑا ہوا موت و زیست کے موضوع پر غور و فکر کر رہا تھا۔ یکایک میرے دل میں یہ شعر نازل ہوا ؎

زندگی بھر زندگی سے تیرا یارانہ رہا اور کیا ہے زندگی تو اس سے بیگانہ رہا (عاجز)

موت ہر آن انسان کے تعاقب میں ہے جیسے گرتی ہوئی دیوار کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کب دھڑام سے زمین پر آ رہے۔ ایسے ہی انسان کو موت کے بارے میں معلوم نہیں کہ کب آ کر دبوچ لے۔ تعجب ہے کہ لوگ یہاں لڑتے جھگڑتے ہیں یہ چیز میری ہے یہ تیری ہے لیکن جب موت آتی ہے تو سب کچھ یہیں دھرا رہ جاتا ہے اور مرنے والا کوئی چیز اپنے ہمراہ نہیں لے جاتا۔

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز سورۂ تکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے اسی موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي، وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ (مسلم۔ نسائی)

"آدم کا بیٹا کہتا ہے۔ میرا مال، میرا مال، تیرے مال میں سے تو تیرا وہی ہے جو تو نے کھا لیا اور ختم کر دیا۔ یا تو نے پہن لیا اور پھاڑ دیا۔ یا پھر (راہِ خدا میں) صدقہ کر دیا (اور اسے) آگے بھیج دیا۔"

؎ موت آ کے ذرا پردۂ انجام اٹھا دے
ہو جائے گی پھر تیری ہر اک چیز پرائی (عاجز)

آنے والا ہر دن زندگی کو کم رہا ہے اور موت کو قریب۔ مثلاً جس شخص کی عمر بیس سال کی ہو

جاتی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی زندگی میں سے بیس سال کم ہو گئے — قبر ایک ایسا نشان ہے جو انسان کو اس کی عمر کے بارے میں انتہا و انقطاع کی یاد دلا رہا ہے اور وہ دنیا کے اس گھر کی نفی کر رہا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَہٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَہٗ وَلَہَا یَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ (الترغیب ج ۴ ص ۱۷۸)

"دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور یہ مال اس کا مال ہے جس کا پھر کوئی مال نہیں اور اس مال کو وہی جمع کرتا ہے جسے عقل نہیں ہے۔"

یعنی اس فانی دنیا کو اپنا مستقل اور دائمی گھر سمجھتے ہوئے وہی یہاں عیش و عشرت کی زندگی کا اہتمام کرتا ہے جس کے لیے پھر حقیقی آرام دہ جنت کا گھر نہیں ہے اور دنیا کے مال و منال کو وہی جمع کرتا ہے اور اس سے وہی محبت کرتا ہے جسے پھر عقبیٰ میں سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اور ایسی فاش غلطی وہی کرتا ہے جو عقل و شعور سے کورا ہے — قبر صداقت اور راستبازی کا کلمہ ہے جو اپنے گردو پیش کی تکذیب کرتا ہے۔ لوگ حب، غرور، فخر، باطل پرستی کے سبب حقیقت کو بھول جاتے ہیں تو قبر ہی ایک ایسی حقیقت ہے جو اس حقیقت کو یاد دلاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ دانائے کل فخر کائنات سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا فَاِنَّ فِیْھَا عِبْرَۃً۔

(الترغیب بحوالہ احمد ج ۴ ص ۳۵۷)

"حضرت ابو سعید خدری نے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تمہیں (ابتداءً) قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا۔ لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ اس میں عبرت ہے۔"

وہ لوگ جنھیں عمر رفتہ کا احساس نہیں اور وہ دنیا کے رذائل و خصائص ہی سے اپنے دامن بھر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے پیٹ ہی کو شریعت سمجھ رکھا ہے اور اپنی قیمتی زندگی اسی کے تابع کر رکھی ہے اور ان کی روحانیت پر حیوانیت کا غلبہ ہے۔ قبر انھیں احساس دلاتی ہے کہ دیکھو! تمہاری اتنی عمر گزر گئی خواب غفلت سے بیدار ہو کر مقصد حیات کو پہچانو، قبر کی زیارت گویا زندگی کی قدر و قیمت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ قبر بہانگ دہل اعلان کر رہی ہے۔ لوگو! جلدی کرو، جلدی کرو، وقت جا

رہا ہے۔ تیزی سے بھاگ رہا ہے۔ عمرِ رواں کے ان لمحات کو غنیمت جانو۔ ان لمحات میں آخرت کے لیے تیاری کر لو۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوْا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَۃِ ذِکْرِکُمْ لَہٗ وَکَثْرَۃِ الصَّدَقَۃِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا (الترغیب بحوالہ ابن ماجہ ج ۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ فرمایا۔ کہ اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو اس سے قبل کہ تمہیں موت آگھیرے۔ اور اعمالِ صالحہ کے لیے دوڑھ جلدی کرو اس سے پہلے کہ تمہیں مصروفیت پیش آجائے۔ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان اس کے کثرتِ ذکر کے ساتھ تعلق پیدا کر لو۔ اور کھلے طور پر اور خفیہ صدقہ کے ساتھ (اس کی رضا حاصل کر لو) تاکہ تمہیں اس کی عطا اور بخشش سے نوازا جائے اور تمہاری (مصائب میں) مدد کی جائے۔"

اس آخرت کی فکر کرو جہاں نہ یہ اوقاتِ حیات ہاتھ آئیں گے اور نہ تلافیٔ مافات کے لیے مہلت ملے گی۔ وہ جہان، وہ عالمِ آخرت دار العمل نہیں بلکہ دار الجزاء ہے۔ وہاں دو مقامات میں سے ہر شخص کے لیے ایک مقام ہوگا۔ جنت یا جہنم ؎

قرار کیسے ہو دل کو جب اس کا علم نہیں
کہ میرے واسطے جنت ہے یا جہنم ہے (عاجز)

اہلِ جنت سے جنت کی نعمتیں کبھی چھینی نہیں جائیں گی اور نہ کبھی انھیں جنت سے نکالا جائے گا۔ انھیں جنت کا وارث بنا دیا جائے گا۔

اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون ۱۱)

"وہ لوگ فردوس بریں کے وارث بنا دیے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ۝ (الکہف ۱۰۸)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کی مہمانی کے لیے فردوس کے

باغ ہوں گے۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی کسی جگہ جانے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔"

ان کے مقابلہ میں اہل جہنم کا یہ حال ہوگا:

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (البقرۃ ۱۶۲)

"نہ تو ان پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔"

وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم ۶)

"اس (جہنم) کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اور اس پر تند خو بڑے مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں (انہیں) جو کچھ حکم دیا جاتا ہے فوراً بجا لاتے ہیں۔ وہ اہل جہنم میں سے کسی پر ذرا بھی رحم و شفقت نہیں کرتے۔"

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے بغیر توبہ و اصلاحِ احوال جو فوت ہوگیا اور اس کی سزا میں جہنم واصل ہوا۔ ان کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے۔ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (البقرہ ۶۷) "اور وہ دوزخ میں سے کبھی بھی نہ نکلنے پائیں گے۔"

اہل جہنم سے جہنم کا عذاب کسی لمحہ کم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ہر آن اس میں شدت ہوتی جائے گی۔ اللھم احفظنا من الفتن والشرور۔

اس عمر کو غنیمت جانو! جو انسان جس حال میں بھی ہے اسے نعمت سمجھتا ہوا اس کی قدر کرے۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ بھی نہیں رہے گا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

(الترغیب ج ۴ ص ۲۵۱)

"پانچ (وقتوں) سے پہلے پانچ (وقتوں) کو غنیمت جانو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ اور فقیری سے پہلے امیری کو۔ اور مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔"

یعنی مذکورہ بالا حالات کے ظہور سے پہلے پہلے آخرت کے لیے اعمالِ صالحہ کے ساتھ تیاری کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت ہی میں یہ اوقات آپہنچیں اور تم حسرت و ندامت سے ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔

؎ گوہر سے گراں تر ہیں تری عمر کے لمحات ہشیار! کہ ہو جائیں نہ یہ نذرِ خرافات
کٹ جائے نہ غفلت ہی کے رستے میں یہ مہلت لب پر نہ ترے وقتِ اجل ہو کہیں ہیہات

اگر ساری زندگی ہی اعمالِ صالحہ میں بسر کر دی جائے، عمر کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں گزارو تو حق یہ ہے کہ زندگی عطا کرنے والے حق تعالیٰ کا ہم ادنیٰ سے ادنیٰ حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ موت کا جب وقت آجاتا ہے تو پھر انسان عمرِ دراز کو بھی یوں محسوس کرتا ہے گویا وہ دنیا میں ایک دن سے بھی کم مدت رہا ہے۔

قبر سے ندا آ رہی ہے کہ لوگو! اپنے عیوب کی اصلاح کر لو۔ اگر تم اپنے آقا کی نافرمانی پر اسی طرح مصر رہے تو یاد رکھو آخر ایک دن تم نے میرے پاس آنا ہے۔ تم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ میں تمہاری خوب خبر لوں گی اور تمہیں اس طرح پکڑوں گی کہ میری پکڑ سے تمہیں کوئی چھڑا نہیں سکے گا اور میرے اندر تمہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا کہ اگر جن اور انسان دیکھ لیں تو وہ زندہ نہ رہ سکیں۔ اب تو تمہارے پاس وقت ہے۔ اسے غفلت میں ضائع نہ کرو۔ اگر تم اب اپنے عیوب کی اصلاح نہ کر سکے تو یہ عیوب ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی چمٹے رہیں گے۔ اور تم اسی حال میں قبر میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہاں پھر سزا سے نہ بچ سکو گے ——— میں اس شکستہ قبر کے سرہانے کھڑا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ قبر کے اندر لیٹا ہوا انسان مجھ سے یوں مخاطب ہے۔ میرے حال سے عبرت حاصل کرو۔ میرے واقعہ سے نصیحت پکڑو۔ میں ایک امیر کبیر آدمی تھا۔ میرے پاس کتنے کارخانے۔ کتنے بنگلے۔ سینکڑوں نوکر چاکر، ہر وقت ارد گرد خادموں کا ہجوم۔ بے شمار احباب۔ دنیا کی ہر نعمت موجود۔ ہمہ اقسام کے سامان عیش و عشرت کی بہتات۔ زندگی کا ہر لمحہ پر مسرت اور آنے والے ہر خطرہ سے لاپرواہ گزر رہا تھا کہ اسی غفلت و نشاط میں اچانک پیغامِ موت لے کر عزرائیل علیہ السلام آگئے۔ میں عالمِ نزع میں تھا اور میری کوٹھیاں، میرے کارخانے، میرا مال و منال اعزہ و اقارب، دوست و احباب، نوکر چاکر اور متعدد حکیم و ڈاکٹر میرے ارد گرد بیٹھے ہوئے مصروفِ تماشہ تھے۔ میں حسرت بھری نگاہوں سے ہر چیز کی طرف دیکھ رہا تھا اور خیال کر رہا تھا کہ ان میں سے تو میری کوئی چیز بھی اس وقت کام نہیں آتی اور کوئی چیز میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ دنیا کی ہر چیز کا مجھ سے یوں دفعتہً منہ موڑنا اور ان سے جدائی کا غم مجھے نڈھال کر رہا تھا اور قبر و قیامت میں حسابِ زندگی کی فکر مجھے لرزہ براندام کر رہی تھی۔ دنیا سے جانے کا آخری اور سفرِ آخرت کا پہلا دن تھا۔ راہِ آخرت کے ہولناک مناظر، تھرا دینے والے مراحل سامنے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا

کہ یہ کٹھن سفر تو نے تنہا طے کرنا ہے۔ اب اس راہ میں تیرا کوئی ساتھی ہے نہ مددگار! اس تصور سے کلیجہ منہ کو آرہا تھا اور میں بری طرح بھر بھرا رہا تھا۔ آخر وہی ہوا جو ہونا تھا، جو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ مجھے جامِ اجل پلا دیا گیا اور روح جسم سے علیحدہ کر دی گئی۔ اہل خاندان اور احباب نے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر اور نمازِ جنازہ ادا کر کے مجھے منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا۔ اب میں یہاں کس حال میں ہوں، کسی کو خبر نہیں، نہ ہی کوئی میری خبر لوچھتا ہے۔ اب میں ہوں اور میرے اعمال، اس جگہ وہی میرے ساتھی ہیں اور بس ؂

اٹھ کے قبر میں ہم پہ یہ آشکار ہوا

نشاطِ عیشِ جہاں خواب تھا فسانہ تھا (عاجز)

قبرستان میں پھرتا پھراتا میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں میری نگاہوں کے سامنے ایک چھوٹی سی قبر تھی جو کہ یقیناً کسی ننھے بچے کی تھی، لیکن اس قدر مرصع، اس درجہ مزین کہ میں کچھ دیر کے لیے ورطۂ حیرت و استعجاب میں غرق ہو گیا۔ اور میرا خیال ہے جو بھی اس طرف سے گزرتا ہے اس کے قدم یہاں ضرور رک جاتے ہیں اور وہ اس قبر کے منظر میں ضرور کچھ دیر کے لیے محو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ قبر سنگِ مرمر سے بھی اعلیٰ قسم کے پتھر سے تیار کی گئی ہے۔ اس کے اردگرد تقریباً تین فٹ اونچی چاردیواری ہے اور چار ستونوں پر چھت ہے۔ ستونوں اور ستونوں پر چھت کے اندر کے حصے پر جس جانفشانی اور محنت سے معماروں نے اپنی صنعت گری اور فن کاری کے کمالات کا مظاہرہ کیا ہے وہ اہلِ نظر کے لیے دعوتِ نظارہ ہے۔ اس ننھے بچے کی قبر پر دل کھول کر بے دریغ دولت صرف کی گئی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی اہلِ ثروت کے لختِ جگر کی قبر ہے جو کہ اسے بہت پیارا ہوگا۔ ہر ماں باپ کو اپنا ہر بچہ پیارا ہوتا ہے لیکن اس بچے کا باپ دولت مند ہوگا۔ لہٰذا اس نے اپنے بچے کی وفات کے بعد اس کی قبر پر پانی کی طرح دولت بہا کر اپنی محبت اور اپنی دولت کی یوں نمائش کر دی۔ اس لیے یہ کوئی انوکھی اور تعجب انگیز بات تو نہیں ہونی چاہیے۔ قبر کے سرہانے اونچی چھت تک نہایت خوبصورت منقش دیوار تھی اور اس میں سنگِ مرمر کی تختی جڑی ہوئی تھی جس پر یہ شعر تحریر تھا ؂

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

بے شک نازو نعمت سے پالے ہوئے بچے کی وفات پر ماں باپ کو گہرا صدمہ ہوتا ہے۔ اور پھر

جن کا بچہ بھی ایک ہی ہوا اور وہ بھی ایام پیری میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہو، جس سے ہزاروں امیدیں وابستہ ہوں، وہ اچانک لقمۂ اجل بن جائے۔ ایسے حادثے سے ماں باپ پر جو گزرتی ہے اس کا اندازہ بھی لگانا مشکل ہے۔ لیکن قضاء و قدر کے سامنے ہر انسان بے بس ہے۔ میرا دل اس بچے کی لوحِ قبر پر لکھے ہوئے اس شعر کے مفہوم میں منہمک تھا اور آنکھیں قبر کی ظاہری آرائش پر مرکوز تھیں۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس قدر دولت مند آدمی اپنے لختِ جگر سے بے پناہ محبت کے باوجود اسے پنجۂ موت سے نہ چھڑا سکا۔ اس کی دولت یہاں کچھ کام نہ آئی۔ اور اس واقعہ کے بعد خود اس کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ ایک دن وہ بھی موت کا شکار ہوگا اور اس کو بھی قبر میں اتارا جائے گا اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس بچے کی یہ مرصّع و مزیّن قبر منہدم ہو جائے گی اور اس کی مرمت کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا اور آخر پیوندِ زمین ہو کر اس کا نشان تک بھی نہ رہے گا ؎

گزر گئے ہیں کچھ ایسے بھی ہمنشیں جن کا
کہیں مزار نہیں ہے کہیں نشان نہیں (عاجز)

دل انہی خیالات میں مستغرق اور آنکھوں سے سیلابِ اشک رواں تھا۔ کچھ دیر کے بعد لڑکھڑاتا ہوا میں وہاں سے آگے بڑھا — تو اب میرے سامنے ایک ایسا دلدوز، اتنا ہولناک، اس درجہ کربناک منظر تھا کہ اس کا نقشہ صفحۂ قرطاس پر نہیں کھینچا جا سکتا۔ اس دردناک نظارے کی کیفیت نوکِ قلم سے تحریر نہیں کی جا سکتی۔ اس حسرتناک نظارے کی داستان الفاظ کے سانچے میں نہیں ڈھالی جا سکتی — یہ پہلو بہ پہلو میرے پیارے والدین کی قبریں ہیں۔ ان دو مٹی کے ڈھیروں کے نیچے میرے پیارے والدین کی قبریں ہیں۔ ان دو مٹی کے ڈھیروں کے نیچے میرے ماں باپ محو استراحت ہیں۔ یہ میرے محترم میرے شفیق والد کی قبر ہے جو ایک عالمِ دین اور حافظ قرآن تھے اور نہایت پرسوز لہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ نماز میں کلام اللہ پڑھتے ہوئے خود بھی رو دیا کرتے اور مقتدیوں کو بھی رُلایا کرتے۔ اور قبر و قیامت کے خوفناک حالات سنا کر ہمیشہ ہمیں ڈرایا کرتے۔ اور سفرِ آخرت کی تیاری کی تلقین اور دنیائے فانی کی محبت سے منع فرمایا کرتے۔ اور زندگی بھر حق گوئی ان کا شعار رہا۔ راہِ تبلیغ میں آمدہ مصائب سے کبھی نہیں گھبرائے ؎

اہلِ حق ہمت و جرأت سے گزر جاتے ہیں
مرحلہ آتا ہے جب بادیہ پیمائی کا (عاجز)

اس سلسلے میں نہ کبھی کسی کی خوشامد کی اور نہ کبھی کسی سے مرعوب ہوئے۔ موٹا جھوٹا پہننا اور روکھا سوکھا کھانا یہ ان کا اختیاری عمل رہا۔ اسی حال میں دنیا سے چل بسے —— ان کے پہلو ہی میں میری والدہ محترمہ کی قبر ہے۔ والدہ صاحبہ اگرچہ پڑھی لکھی خاتون نہیں تھیں۔ مگر والد محترم کی صحبت اور نیکی کا ان پر بڑا گہرا اثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عبادت گزار تھیں۔ آخری عمر میں اکثر ساکت وصامت اور ذکر اللہ میں مشغول رہتی تھیں، زبانی یاد کی ہوئی قرآن کریم میں سے سورتیں اور دعائیں پڑھتی رہتیں۔ اول وقت نماز ادا کرنے کا اہتمام آخری وقت تک رہا۔ جس صبح کو دنیا سے آخرت کی جانب عازم سفر ہونا تھا حسب معمول رات کو عشا کی نماز پڑھی اور دیر تک ذکر اللہ اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ پھر اہل خاندان سے باتوں میں کچھ دیر تک مصروف رہیں، اس کے بعد سوگئیں، حسب معمول صبح کی نماز کے لیے نہ اٹھیں تو میری ہمشیرہ نے آواز دی، کوئی جواب نہ پاکر قریب آکر شانہ ہلایا تو اس پر بھی جب نہ کوئی حرکت نہ جنبش لب، معلوم ہوا رات کو کسی وقت روح پرواز کر گئی —— کچھ دیر تک تو میں والدین کی قبروں پر کھڑا ان کے لیے دعا کرتا رہا لیکن جوں جوں زندگی میں ان کی شفقت ومحبت کے واقعات یاد آتے رہے اور اس کے مقابلے میں ان کی خدمت ان کی اطاعت کے بارے میں اپنی کوتاہی اور لاپرواہی سامنے آئی تو فرط غم سے میں نڈھال ہوکر ان کی قبروں کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

اب قرآن کی یہ آیت میرے سامنے آئی جس میں والدین کی عظمت کا خالق کائنات نے خود ذکر فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میری عبادت کے بعد والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت تم پر فرض ہے۔ اور میری رضا ان کی رضا میں مضمر ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل ۲۳-۲۴)

اور تیرے پروردگار نے یہ حکم کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے روبرو ہوں تک نہ کرنا اور نہ کبھی انھیں جھڑکنا اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرنا اور ان کے لیے تواضع کے ساتھ

اپنے بازو جھکائے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔"

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (لقمان ۱۴)

"میرا شکر کر اور اپنے والدین کا بھی۔"

جو والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے وہ بڑا بدبخت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یدخل الجنة۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود ہو ناک اس کی، خاک آلودہ ہو ناک اس کی، خاک آلودہ ہو ناک اس کی۔ پوچھا گیا کون ہے وہ اے اللہ کے رسولؐ؟ فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو جو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے۔

## والدہ کی عزت و عظمت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ (بخاری ومسلم)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔"

سائل کے جواب میں ماں کا حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اور باپ کا حق ایک دفعہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد پر ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ یہ چیز واضح ہے کہ اولاد کی پرورش میں باپ کی نسبت ماں بہت زیادہ تکلیف اٹھاتی ہے۔ اسی لیے باپ کی نسبت اولاد پر ماں کا حق بھی زیادہ ہے۔ ◌

قدموں میں تری ماں کے ہیں جنت کی بہاریں
لائق نہیں خدمت میں کوئی ماں سے زیادہ (عاجز)

جس کا اندازہ ثواب نہیں ـــــ اپنے ماں باپ کی وہ خدمت ہے (جامِ طہور) والدین کے ساتھ حسن سلوک، احسان، مروت، ان کی اطاعت، ان کی خدمت، ان کے لیے دعاؤں کے بارے میں قرآن و احادیث میں جس التزام کے ساتھ تاکید اور وصیت آئی ہے۔ اس کا احاطہ بھی مشکل ہے۔ اللہ اور رسول کے بعد سب سے زیادہ اولاد کے لیے دنیا میں ماں باپ ہی پُر خلوص محبت کرتے اور ان سے بے لوث شفقت کرتے ہیں۔ اپنی اولاد کس محنتِ شاقہ اور صعوبات متمرہ سے پالتے ہیں اور پھر کبھی شکایت تو درکنار ماتھے پر بل نہیں آتا۔ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اولاد بھی اسی محبت۔ اسی جذبۂ صادق اور ایثار و خلوص کے ساتھ ان کی خدمت۔ ان کی اطاعت، ان کی عزت کرے۔ اس آخری عمر میں نظامِ قدرت کے تحت ان کے حواس اگر درست نہ رہیں، عقل میں کمی آجائے۔ اگر وہ بتقاضائے عمر کوئی بات۔ کوئی کام مروجہ تہذیب کے خلاف، تمہاری طبیعت کے برعکس کریں تو تمہارا فرض ہے کہ اپنا بچپن کا زمانہ یاد کرو جب کہ تم اس سے بھی زیادہ غلط حرکات کرتے تھے۔ اور ماں باپ ان سے درگزر ہی نہیں بلکہ تمہیں پیار و محبت سے سمجھاتے تھے تم بھی اس کا کچھ خیال نہ کرو اور ان سے محبت و اطاعت میں ذرا فرق نہ آنے دو۔

ـــــ میں والدین کی قبروں کے پاس بیٹھا ہوا اپنے بچپن کا زمانہ اور اس وقت کی ان کے حق میں گستاخیاں اور ان کی شفقت و محبت یاد کر رہا تھا اور مذکورہ بالا قرآن کریم کی آیات اور احادیث کا مفہوم سامنے تھا۔ اپنی نالائقی، کوتاہی، غفلت پر آنسو بہا رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ یہ تیرے ماں باپ ہیں۔ جو تیرے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور تیرے لیے نہ معلوم انھوں نے کس قدر مصائب اٹھائے اور تیری پرورش کی۔ آج یہ کس عالم بے بسی میں اور کس حالت بے کسی میں شہر سے باہر سنسان جنگل میں مٹی کے نیچے پڑے ہیں۔ ان کے اپنے اعمال کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب یہ ہماری دعاؤں اور صدقات کے محتاج ہو گئے ہیں۔ آہ یہ کس قدر حسرتناک منظر ہے۔ میں نے کسی کتاب (غالباً حلیۃ الاولیاء یا کتاب الزہد للامام احمد بن حنبلؒ) میں عمرو بن عتبہ بن فرقد کا قصہ پڑھا تھا۔ حوالہ پورا یاد نہیں اور نہ ہی بجنسہٖ الفاظ بالضبط محفوظ ہیں۔ تاہم جو الفاظ یاد ہیں وہ پیش خدمت کر رہا ہوں۔

كَانَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ يَخْرُجُ لَيْلًا عَلَى فَرَسِهٖ فَيَقِفُ عَلَى الْقُبُوْرِ
وَيَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ قَدْ طُوِيَتِ الصُّحُفُ وَرُفِعَتِ الْاَعْمَالُ ثُمَّ يَبْكِيْ حَتّٰى

حَتّٰی یُصْبِحَ ثُمَّ یَسْمَعُ النِّدَاءَ فَیَأتِیْ إِلَی الصَّلٰوۃِ۔

"عمرو بن عتبہ بن فرقد رات کو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر (قبرستان شہر سے دور ہوگا) قبرستان آجاتے اور وہاں آ کر پکارتے۔ اے اہلِ قبور صحیفے (رجسٹر) لپیٹ دیئے گئے اور تمہارے اعمال اوپر اٹھا لیے گئے (اللہ کے پاس پہنچ گئے) یہ کہہ کر زار زار روتے اور صبح تک اسی طرح روتے رہتے، یہاں تک کہ نماز فجر کی اذان سنتے تو پھر نماز کے لیے لوٹ آتے۔"

ان اہل قبور کے لیے اب اعمال کا وقت ختم ہو چکا اب تو اعمال کی سزا اور جزاء کا وقت ہے، اور مرنے والے زندوں کی دعاؤں اور صدقات وخیرات کے محتاج ہیں، یا وہ خود کوئی خود صدقہ جاریہ کر گئے۔ مسجد، مدرسہ، سرائے، شفاخانہ بنوا گئے یا کنواں لگوا گئے۔ دینی کتب پڑھنے کے لیے کسی کو دے گئے یا اولاد کو علم دین پڑھا گئے۔ یہ اعمال ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کا ثواب ان کو ملتا رہے گا۔ اسی طرح کوئی بدبخت شخص خلاف شریعت اگر کوئی برا کام جاری کرے گا تو جب تک وہ جاری رہے گا۔ لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے۔ اس کا عذاب اس میت کو ہوتا رہے گا جس نے کہ وہ کام اپنی زندگی میں جاری کیا —— میں اپنے پیارے والدین کی قبروں پر مٹی کے ڈھیر اور ان کی بے بسی کے عالم کا منظر دیکھ رہا تھا۔ نہ میں کچھ ان سے اور نہ وہ مجھ سے کچھ کہہ سکے۔ نہ میں اپنا حال انہیں بتا سکا اور نہ وہ مجھے اپنا حال بتا سکے —— مختصر مدت میں ہمارے خاندان کے بیسیوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کی تصویر اور ان کے بعض حالات میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔ ان میں موت کے دو حادثے نہایت دردانگیز وکرب انگیز ہیں۔ (۱) میری ہمشیرہ کی صاحبزادی امۃ الاکرام نے غیر شادی شدہ بعمر بتیس سال چولہے کے پاس بیٹھی ہے۔ اچانک اس کے کپڑوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ اسے شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جاتے ہیں۔ چند روز موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر وہ ہسپتال ہی میں اپنے عزیزوں کو داغ مفارقت دے جاتی ہے (۲) اس کے کچھ عرصہ بعد میرا بیٹا عطاء الرحمٰن بعمر ۲۸ سال چار بچوں کا باپ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم ہے۔ وہ کپڑے دھونے کی مشین میں پانی کی بجائے پٹرول ڈال کر اپنے کپڑے اس سے دھونے لگتا ہے۔ قریب ہی سٹوو جل رہا تھا پٹرول آگ سے آگ پکڑ لیتا ہے۔ پٹرول کے شعلوں سے وہ جھلس جاتا ہے اور اسے ہسپتال لے جاتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح مکہ مکرمہ کے ہسپتال میں چند روز زیر علاج رہ کر بالآخر جان جان آفرین کے

حوالے کر دیتا ہے۔ دوسرے دونوں بھائی وہاں موجود اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرتے ہیں۔ اتفاق سے شب معراج کے سبب عبادت کے لیے مقامی اور باہر سے آئے ہوئے حرم شریف میں لاکھوں آدمیوں کا اجتماع تھا چنانچہ اس کثیر انبوہ میں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن کر دیا گیا۔ اس موقع پر ہم اس کی نہ صورت ہی دیکھ سکے اور نہ نماز جنازہ میں شریک ہو سکے۔

## (عاجز سے اُس کے دل کا خطاب)

اے عاجز اس مختصر عرصہ میں تیرے اپنے ہی خاندان میں اس کثرت سے اموات، کیا یہ سچے واقعات ہیں یا جھوٹے خواب؟ روزانہ بے شمار حادثاتِ اموات تیرے جو کان سن رہے ہیں اور آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ اخبارات میں پڑھ رہا ہے۔ کیا یہ سب بے بنیاد افسانے ہیں یا ناقابل تردید حقائق کے خاکے؟ اب تک تو جن لوگوں کے جنازوں میں شریک ہوا وہ مردہ انسان تھے یا انسان نما لکڑی وغیرہ کے ڈھانچے؟ تو بتا کہ یہ مٹی کے ڈھیر جو تجھے نظر آرہے ہیں ان میں انسان دفن ہیں یا نظر کا دھوکا ہے؟ میں اپنے دل کے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دے سکا اور ندامت سے نگاہیں نیچی کر لیں۔ جس کے معنی ہیں تو نے جو کچھ کہا وہ سب سچ اور حق ہے۔

## (دل نے پھر مجھ سے کہا)

! اے عاجز آج ۲۸ اپریل ۱۹۸۰ء ہے اور تو نے اپنی عمر کے تریسٹھویں (۶۳) سال میں قدم رکھ لیا ہے۔ اب ذرا گوشِ حقیقت نیوش سے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ پاک کو سن!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْذَرَ اللهُ إِلَى امْرِءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

(الترغیب جلد ۴ ص ۲۵۳ بحوالہ بخاری)

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اس شخص کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا۔ جس کی موت کو یہاں تک مؤخر کیا کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔

یعنی ساٹھ سال کی عمر جسے عطا فرمائی گئی وہ اتنی لمبی عمر پا کر بھی گناہوں سے باز نہ آیا۔ اور آخرت کی نہ کبھی فکر کی نہ اس کے لیے تیاری۔ بلکہ اس قدر عمر دراز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غفلت

ہی بیں کھو دی۔ ایسا شخص اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کے سامنے کوئی عذر، کوئی حیلہ، کوئی بہانہ پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ میرے دل نے مجھ سے کہا۔ اے عاجز تیری عمر ساٹھ برس سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ تین چار سال سے ذیابیطس (شوگر) کا لاعلاج مرض بھی تجھے لگا ہوا ہے۔ جو کہ اندر ہی اندر تیرا کام تمام کر رہا ہے اور تو دم بدم کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تیرے کریم آقا کی تجھ پر شفقت و مہربانی ہے کہ تجھے ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا کر کے اور بتدریج ضعف اعضائے بدن کے ساتھ تجھے قرب موت کی اطلاع دے دی ہے اور عالم برزخ (قبر) میں پیش آنے والے معاملات کی فکر اور اس کی تیاری کی دعوت دے دی ہے۔ اب تو اگر ان حقائق سے چشم پوشی کرے تو تجھ سے زیادہ نادان اور ظالم کون ہو گا؟ یاد رکھ! اب تیرا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔ یہ لمحاتِ حیات پچھلے گناہوں سے توبہ و استغفار اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں گزار تاکہ تلافیٔ مافات ہو جائے۔ تو اب نیکی کا راستہ اختیار کر، اور نیکی کی تلقین بھی کر، اور خود برائی سے بچ اور لوگوں کو برائی سے بچا۔ تجھے کوئی اچھا سمجھے یا برا اس کی مطلق پروا نہ کر، لوگوں کا اچھا کہنے سے تیرا کچھ سنورتا نہیں، اور ان کا تجھے برا کہنے سے تیرا کچھ بگڑتا نہیں۔ اپنا معاملہ خفیہ اللہ کے ساتھ درست رکھ۔ اگر تیرا مالک (اللہ تعالیٰ) تجھ سے راضی ہے تو تو کامیاب ہے خوش بخت ہے۔ اگر تیرا معاملہ تیرے آقا (اللہ تعالیٰ) سے ٹھیک نہیں وہ تجھ سے ناراض ہے تو تو بڑا مجرم، بڑا بد بخت ہے۔ تجھے کہیں پناہ کی جگہ نہیں ملے گی۔ اور تیرا ٹھکانا دہکتی آگ یعنی جہنم ہے۔ تو یہ سچ سمجھ لے۔ عمر تیری پوری ہو چکی ہے اور تو قبر کے کنارے کھڑا ہوا ہے اجل کا تند و تیز جھونکا آیا اور تو اس میں گرا۔ اگر پانچ دس سال زندگی کے اور تجھے مل بھی گئے تو یہ زندگی تیری ارذل العمر یعنی نکمی زندگی ہے جس سے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ مانگی ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ" اے اللہ میں نکمی زندگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں ۔۔۔ ہاں لمبی عمر ہو اور اعمالِ صالحہ ہوں تو یہ خوش بختی ہے۔ ورنہ اگر عمر دراز ہو اور اعمال بد۔ تو یہ بدبختی کی علامت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ۔ قَالَ

فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ۔ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ۔

(الترغیب ج ۴ ص ۲۵۴ بحوالہ الترمذی)

"حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں، اس نے پھر عرض کیا کہ لوگوں میں برا آدمی کون ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے اعمال برے ہوں۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ساٹھ سال کے بعد اعضائے جسم کمزور ہو جاتے ہیں اور انسان کاروبار کے قابل نہیں رہتا اور آدمی قسم قسم کی لا علاج بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بیوی بچوں پر بوجھ بن جاتا ہے۔ جب تک وہ کما کر انھیں کھلاتا رہا تب تک وہ اس سے محبت اور اس کی خدمت کرتے رہے اب جب کہ نہ کمانے کے قابل رہا اور نہ اس کی صحت درست رہی، بلکہ خود دوسروں کا محتاج ہو گیا۔ ایسی حالت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کے بیوی بچے اس کی موت مانگنے لگ جاتے ہیں تاکہ اس کی خدمت سے نجات حاصل ہو، لہٰذا اے عاجز میری نصیحت پر عمل کر، حقیقت میں تیرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ تیری قبر میں تیرے عمل کے سوا تیرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ کیا تو نہیں دیکھ رہا۔ تیرے ماں باپ اور دوسرے تیرے عزیزوں کے ساتھ ان کی قبروں میں کوئی داخل ہوا؟ اپنی عمر کے ان آخری لمحات کی قدر کر۔ اور انھیں قبر و قیامت کی تیاری میں صرف کر۔ میرے دل کی یہ نصیحت واقعی نسخہ کیمیا سے کم نہیں۔ چنانچہ میں سفر آخرت کی پہلی منزل قبر کے خوفناک منظر کے تصور اور اور اپنی بے عملی اور غفلت پر کانپتا۔ لرزتا، تھرتھراتا والدین کی قبروں کے پاس بیٹھا ہوا وہاں سے اٹھا اور تمام راستہ اشکبار آنکھوں کے ساتھ گھر پہنچا۔

چپکے چپکے روتے روتے کٹ جاتے ہیں شام و سحر
عرض کرے کیا عاجز اس کو کس غم نے بیمار کیا

## مدارس رحمانیہ لاہور کے سالانہ امتحانات

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اسحاق اور مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی فاضل مدینہ یونیورسٹی لے رہے ہیں۔ نتائج کا اعلان مورخہ شعبان ۱۴۰۰ھ ہو گا۔ ان شاء اللہ۔